سلسلۂ اشاعت نمبر ۳۳

میثم قادری

رئیس الفقہا

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ناشر: نوری مشن، مالیگاؤں

بفیض حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زیر سرپرستی: الحاج محمد سعید نوری مدظلہ العالی، بانی رضا اکیڈمی بمبئی

ثانیِ امام اعظم محدث برحق مجدد دین وملت امام اہل سُنّت

رئیس الفقہا

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی
ایم۔اے؛ پی۔ایچ۔ڈی

ناشر: **نوری مشن**، مالیگاؤں

رابطہ: مدینہ کتاب گھر، نزد مدینہ مسجد، آگرہ روڈ (غریب نواز روڈ) مالیگاؤں۔ ۴۲۳۲۰۳

E-mail:noori_mission@yahoo.com

Cell.: 9325028586

سن اشاعت ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء - ہدیہ دعاے خیر بہ حق اراکین ومعاونین نوری مشن

نوٹ: بیرونی قارئین پانچ روپے کے ڈاک ٹکٹ بہ مد ترسیل روانہ کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

ابتدائیہ

امام احمد رضا بریلوی (۱۸۵۶ء - ۱۹۲۱ء) اپنے عہد کے عظیم محدث وفقیہ تھے۔ آپ نے انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں مسلک جمہور کا احیا کیا اور سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کی لاج رکھ لی۔ حرمین شریفین، پاک وہند اور بلادِ اسلامیہ کے بہ کثرت علما وفضلا نے آپ کی ہمہ گیر علمیت وبصیرت اور بے مثال دینی وملّی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ پاک وہند کے دور آخر کے مفتیوں میں مفتی اعظم دہلی شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (خطیب وامام مسجد جامع فتح پوری، دہلی) اور مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی (صدر مدرس مدرسہ امینیہ دہلی) بھی امام احمد رضا کے تبحر علمی کے معترف تھے۔ مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی نے فرمایا: "اس میں کلام نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا علم بہت وسیع تھا۔"

(ہفت روزہ ہجوم نئی دہلی، امام احمد رضا نمبر، ۲؍دسمبر ۱۹۸۸ء، ص ۶، ک ۴)

مغربی ممالک میں ہالینڈ کی قدیم اور مشہور جامعہ، لیڈن یونیورسٹی کے شعبۂ علوم اسلامیہ کے سن رسیدہ اور جہاں دیدہ پروفیسر ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس بلیان کو جب امام احمد رضا کے بارے میں لکھا گیا تو حیران رہ گئے کیوں کہ علوم اسلامیہ کے استاد ہونے کے باوجود وہ امام احمد رضا کے نام تک سے بے خبر تھے لیکن جب انھوں نے "فتاویٰ رضویہ" کا مطالعہ کیا تو امام احمد رضا کے تبحر علمی کا برملا اعتراف کیا اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں پیش کیے جانے والے اپنے مقالات میں امام احمد رضا کا ذکر کیا۔ چناں چہ ہائیڈل برگ یونیورسٹی (مغربی جرمنی) اور بڈاپسٹ (ہنگری) کی بین الاقوامی کانفرنسوں میں موصوف نے جو مقالات پیش کیے ان میں "فتاویٰ رضویہ" کے متعدد حوالے موجود ہیں۔

فتاویٰ رضویہ پر پروفیسر مجید اللہ قادری (کراچی یونیورسٹی، کراچی) نے بہت مفید کام کیا ہے۔ انھوں نے ایک مستقل مقالے میں "فتاویٰ رضویہ" کا موضوعاتی جائزہ پیش کیا ہے۔ یہ مقالہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا۔ ایک اور اہم کام مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی مدظلہ العالی کر رہے ہیں، وہ "فتاویٰ رضویہ" کے ترجمہ وتخریج کا کام کروا رہے ہیں!...... حقیقت یہ ہے کہ "فتاویٰ رضویہ" فقہ اسلامی کا ایک عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا ہے، اس پر تحقیق کے لیے محققین اور ماہرین علوم وفنون کی ضرورت ہے جو ایک اکیڈمی میں بیٹھ کر اس اہم کام کو انجام دیں۔ "فتاویٰ رضویہ" کی عبارات کے ترجمے اور حوالوں کی تفصیلات کے علاوہ جن کتب ورسائل اور اماکن ورجال کا

''فتاویٰ رضویہ'' میں ذکر کیا گیا ہے ان کے متعلق علمی، سوانحی، تاریخی، جغرافیائی تفصیلات بھی فراہم کی جائیں اور فتاویٰ کے ماحول، تاریخی و سیاسی اور معاشی و معاشرتی پس منظر کا بھی جائزہ لیا جائے۔

جن علوم و فنون میں امام احمد رضا کو مہارت حاصل تھی ان میں علم فقہ خاص امتیاز رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ متعدد علما و فضلا اور دانشوروں نے امام احمد رضا کی فقاہت کو موضوع سخن بنایا ہے اور علمی مقالات و مضامین لکھے ہیں، مثلاً یہ حضرات: علامہ محمد فیض احمد اویسی، مفتی وقار الدین قادری، علامہ شمس بریلوی، جسٹس ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری، مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہاں پوری، مولانا غلام رسول سعیدی، مولانا عبدالحکیم شرف قادری، مولانا یٰسٓ اختر مصباحی، مولانا محمد علی محمد رضا قادری، مولانا عبدالقدوس مصباحی، مولانا عطاء المصطفیٰ قادری، مولانا محمد شجاع الدین رتوی، سید انور علی ایڈوکیٹ، پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش، پروفیسر محمد فاروق القادری، پروفیسر حافظ محمد شکیل اوج، میاں عبدالرشید وغیرہ وغیرہ۔

ڈاکٹر حسن رضا خاں نے تو امام احمد رضا کی فقاہت پر پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) سے ڈاکٹریٹ کیا ہے لیکن اس کے باوجود امام احمد رضا کی فقاہت کے متعدد گوشے ہنوز تشنۂ تحقیق ہیں..... پیش نظر مقالہ بھی امام احمد رضا کی فقاہت سے متعلق ہے..... یہ مقالہ آج سے پانچ برس قبل ۱۹۸۳ء میں لکھا گیا تھا، اس میں مندرجہ تمام حقائق کا تعلق پانچ سال قبل کی معلومات سے ہے۔ یہ مقالہ پہلے ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا کراچی نے ۱۹۸۴ء میں ڈاکٹر حسن رضا خاں کے مقالے ''فقیہ اسلام'' کے ساتھ بہ طور افتتاحیہ شائع کیا پھر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے اسی سال اپنے سال نامہ معارف رضا میں شائع کیا۔ اس کے بعد مرکزی مجلس امام اعظم لاہور نے کتابی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ خیال تھا کہ نظر ثانی کر کے اس میں ضروری اضافے کر دیے جائیں کیوں کہ امام احمد رضا سے متعلق معلومات میں روز بہ روز اضافہ ہوتا جا رہا ہے، دنیا کے چار براعظموں میں امام احمد رضا پر کام ہو رہا ہے اور نئے نئے حقائق سامنے آ رہے ہیں، لیکن عدیم الفرصتی کی وجہ سے ماسوائے ایک دو اضافوں کے کوئی خاص اضافہ نہ کیا جا سکا اور یہ کام آئندہ کے لیے اٹھا رکھا گیا..... بہر حال اب جناب عبدالستار طاہر زید مجدہ (مرکزی مجلس امام اعظم لاہور) اس مقالہ کو پہلی بار کتابی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔[۲] مولا تعالیٰ موصوف کو اور سرپرست مجلس علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری مظہری نیز تمام اراکین و معاونین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

احقر محمد مسعود احمد
پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ (سندھ)

۶ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ
۱۳ فروری ۱۹۸۹ء

۱۔ فتاویٰ رضویہ (مکمل) ترجمہ و تخریج کے ساتھ ۳۰ جلدوں میں رضا فاؤنڈیشن لاہور، رضا اکیڈمی ممبئی اور مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر سے شائع ہو چکا ہے۔

۲۔ اب تک اس مقالہ کے (پاکستان سے) دسیوں ایڈیشن شائع ہو کر علمی دنیا میں مقبول ہو چکے ہیں۔ غالباً پہلی بار ہندوستان میں اس مقالہ کی اشاعت کا شرف ''نوری مشن'' مالیگاؤں کو حاصل ہو رہا ہے۔ (نوری مشن، مالیگاؤں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) عہدِ جدید کے عظیم عبقری تھے، جس پر ان کی علمی تحقیقات وتصنیفات شاہد اور زمانہ خود گواہ ہے۔ زمانے نے ان کو جانچا، پرکھا اور پھر آفتاب، ماہ تاب بنادیا۔ ان کی روشنی دور دور پھیلی۔ ان کی آواز دور دور پہنچی۔ علمائے عرب نے ان کے فضل وکمال کی کھلے دل سے داد دی اور خوب خوب سراہا۔ چناں چہ شیخ عبدالرحمٰن دھان مکی فرماتے ہیں:

الذی شهد له علماء البلدالحرام بانه السید الفرد الامام [۱]

ترجمہ: وہ جس کے متعلق مکہ معظمہ کے علمائے کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سرداروں میں یکتا و یگانہ ہے۔

اور شیخ عبداللہ نابلسی مدنی فرماتے ہیں:

وهو لنا درة هذاالزمان وغرة هذاالدهر والأوان ......سید الشیوخ والفضلاء الکرام یتیمة الدهر بلا توان [۲]

ترجمہ: وہ نادر روزگار، اس وقت اور اس زمانے کا نور۔ معزز مشائخ اور فضلا کا سردار، بلا تامل وہ زمانے کا گوہر یکتا۔

شیخ محمد عارف بن محی الدین ابن احمد فرماتے ہیں:

فکلامه......یدل علی کمال علمه [۳]

ترجمہ: ان کا کلام ان کے کمال علم پر دلالت کرتا ہے۔

اور دمشق ہی کے علامہ شیخ محمد القاسمی تحریر فرماتے ہیں:

جامع الکمالات والفضائل من الخط دون شرفه کل متطاول فانه بن الفضل وابوه والمذعن لفضله اعداؤه و محبوه ،مقداره فی العلم جلیل و مثله فی الانام قلیل [۴]

ترجمہ: فضائل وکمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے سے بڑا ہیچ ہے، وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں۔ ان کی فضیلت کا یقین دشمن و دوست دونوں کو ہے، ان کا علمی مقام بہت بلند ہے، ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے۔

پاک و ہند کے فضلا و محققین میں ان کی دھوم ہے۔ چناں چہ پاکستان کے مشہور محقق و دانش ور پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب (سابق صدر شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی حیدر آباد، سندھ) فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثل علما میں شمار ہوتے ہیں، ان کے فضل و کمال، ذہانت و فطانت، طباعی و ورّاکی کے سامنے بڑے بڑے علما، فضلا، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، محققین اور مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے۔ ۵

۱۹۲۱ء میں جب امام احمد رضا کا وصال ہوا تو لاہور کے پیسہ اخبار نے اپنے اداریہ میں ایک تعزیتی نوٹ لکھا جس کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پاک و ہند میں امام احمد رضا کا بڑا چرچا تھا اور ان کے فضل و کمال کے سب قائل تھے، اداریہ نگار لکھتا ہے:

آپ ہندوستان میں علوم اسلامیہ دینیہ کے آفتاب تھے، بڑے فاضل اور متبحر و جید بعید عالم.....آپ کی وفات سے ہندوستان کی ایک ایسی برگزیدہ ہستی اُٹھ گئی جس کی خالی جگہ پر کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔ ٦

امام احمد رضا کے فضل و کمال کے ساتھ ساتھ ان کی وسعت علم کے بھی فضلا و دانش ور قائل نظر آتے ہیں۔ چناں چہ پروفیسر غیاث الدین قریشی (نیو کاسل یونیورسٹی، انگلینڈ) لکھتے ہیں:

انھوں نے اپنے وسیع اور عمیق علم کے طفیل اپنی ذات میں ایک اسلامی یونیورسٹی کی بلندیاں جمع کرلی ہیں۔ ۷ (انگریزی سے ترجمہ)

اور پروفیسر ایس۔ ٹی۔ علی نقوی (صدر شعبۂ کیمیا، گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ سندھ) لکھتے ہیں:

وہ اپنے عہد کے عظیم فقیہ اور مصنف تھے، ان کا علم وسیع اور بوقلموں تھا۔ وہ ۵۰؍ علوم و فنون پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ۸ (انگریزی سے ترجمہ)

عہدِ جدید کے مشہور مصنف مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔ فی الواقع وہ علومِ دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ۹

پاکستان کے سن رسیدہ صحافی و قلم کار میاں عبدالرشید اپنی انگریزی کتاب "پاک و ہند میں

اسلام''(مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء) میں لکھتے ہیں:

حضرت احمد رضا خاں بریلوی برصغیر کی چند غیر معمولی شخصیات میں سے ایک تھے۔ وہ ہمہ گیر عبقری، نہایت ذہین اور متقی اور فقہ اسلامی کے ماہر.....ان کا علم ہمہ گیر تھا۔ ۱۰ (انگریزی سے ترجمہ)

بلاشبہ امام احمد رضا اپنے عہد کے ایک عظیم فقیہ تھے۔ طبقات فقہا میں امام احمد رضا کو جو مقام حاصل ہے وہ ان کے معاصرین میں کسی کو حاصل نہیں تھا۔ فقیہ کا ایک امتیازِ خاص یہ ہے کہ اس کو آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ پر کامل عبور ہو۔ امام احمد رضا کی قوت حافظہ قرنِ اول کی یاد دلاتی ہے، وہ خود حافظ قرآن تھے اور معانی و مفاہیم سے آشنا..... ان کے سامنے نہ صرف قرآن کے الفاظ تھے بلکہ اس کے معانی اور روحِ معانی بھی..... ان کا فکر و خیال آیات و احادیث سے آباد تھا۔ حدیث میں ان کے مقام کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خود علماے عرب ان کی شان میں یہ اظہار فرما رہے ہیں:

کیف لا وھو امام المحدثین ۱۱ ترجمہ: کیوں نہیں، وہ تو محدثین کے امام ہیں۔

اور ڈاکٹر سید محمد عبدالرشید (چیئرمین شعبۂ دائرۃ المعارف الاسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے امام احمد رضا کو ''عبقری فقیہ''، ''صاحبِ نظر مفسّر قرآن'' اور ''عظیم محدث'' قرار دیا ہے۔ ۱۲

سجادہ نشین مارہرہ شریف (بھارت) حضرت حسن میاں مارہروی ۲۸؍جولائی ۱۹۸۴ء کو راقم کے غریب خانے پر تشریف لائے اور دیر تک علمی گفتگو فرماتے رہے، اثنائے گفتگو فرمایا:

''حضرت شاہ اولاد رسول مارہروی، اعلیٰ حضرت کے لیے فرماتے تھے کہ وہ ''فقیہ النفس'' تھے، ان کے الفاظ اپنی جگہ ایسے تھے جیسے میخ''

حضرت شاہ اولاد رسول مارہروی، امام احمد رضا کے معاصر تھے، صاحبِ علم و فضل اور ۲۰؍کتابوں کے مصنف، ۱۳۷۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی، امام احمد رضا کے ہم خیال نہ ہوتے ہوئے بھی یہ اظہار خیال فرماتے ہیں:

''جزئیات فقہ پر جو ان کو عبور حاصل تھا، ان کے زمانے میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔'' ۱۳

اور جسٹس پیر محمد کرم شاہ ازہری (جج سپریم کورٹ آف پاکستان، شریعت بنچ) فرماتے ہیں:

''علومِ دینیہ، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ میں آپ کو جو عدیم النظیر مہارت حاصل تھی اس میں تو کسی کو کلام نہیں۔'' ۱۴

❋

اس میں شک نہیں کہ بہ حیثیت فقیہ امام احمد رضا جامع فضائل وکمالات تھے...... وہ حق پسند بھی تھے، عدل گستر بھی اور حق گو بھی...... وہ امین بھی تھے، مخلص بھی، زاہد و عابد بھی اور متقی بھی...... وہ معقولیت پسند بھی تھے اور بلند خیال بھی...... وہ بے ریا اور بے نفس تھے...... ایسے صداقت شعار کہ قول و فعل میں اصلاً تضاد نہیں...... وہ باعزت تھے، باوقار تھے، ضدی اور ہٹ دھرم نہ تھے...... جو کہتے اس پر عمل کر کے دکھاتے...... بے باک و گستاخ اور خودسر و مغرور نہ تھے...... زمانے کے نبض شناس تھے اور علوم و فنون کے ماہر...... دوست کی دوستی اور دشمن کی دشمنی سے بے نیاز...... وہ ہشیار تھے، بے خبر نہ تھے...... ان کی نظر ہمہ گیر تھی، اور ان کا قلم جاں نواز...... وہ صاحبِ بصیرت تھے، ان کی نظر پس منظر اور پیش منظر پر بھی رہتی تھی...... بندگان خدا کو مشکل میں نہیں ڈالتے تھے، ان کے خدا اور رسول نے جو سہولتیں ان کو دیں ان کا خیال رکھتے تھے...... وہ زمانے کی حرکی قوت سے آگاہ تھے...... تہذیبوں اور تمدنوں کے اتار چڑھاؤ اور رسم و رواج کے نشیب و فراز سے واقف تھے...... ان کا دماغ روشن...... ان کا دل منور تھا...... کتب حدیث وفقہ پر گہری نظر تھی...... تمام مسائل شرعیہ مع دلائل شرعیہ مستحضر تھے...... وہ تصنیف کے ساتھ ساتھ مصنف کے مقام و مرتبے سے بھی آگاہ تھے...... ان کو زبان و بیان پر حیرت انگیز قدرت تھی...... عربی، فارسی اور اردو میں بے تکان لکھتے چلے جاتے...... ان کی فقہی نگارشات میں بہ کثرت ادب پارے ملتے ہیں...... انھوں نے تحقیق، تدقیق کا وہ اعلیٰ معیار قائم کیا کہ دور جدید میں جس کی نظیر نہیں ملتی...... ان کی طنزیات میں بھی ابتذال نہیں...... وہ اپنے قاری کو پہچانتے ہیں اور اس کو مطمئن کر کے چھوڑتے ہیں...... وہ اپنے قاری کو کسی الجھن میں مبتلا نہیں کرتے...... مطالب و معانی خود ان کے ذہن میں صاف ہوتے ہیں، وہ بڑی صفائی سے اپنی باتیں صاف صاف بتاتے چلے جاتے ہیں جو دل میں اترتی چلی جاتی ہیں...... وہ دلائل و شواہد کے اتنے انبار لگا دیتے ہیں کہ قاری کا فکر و خیال پیاسا نہیں رہتا بلکہ ایسا سیر ہو جاتا ہے کہ پھر کبھی پیاس ہی نہیں لگتی...... ان کی تحقیقات مبالغہ آرائی اور حشو و زوائد سے پاک ہیں...... ان کے اسلوب بیان میں قطعیت ہے...... ان کو اپنے حافظہ پر پورا بھروسہ ہے...... وہ متن کی صحت کا خاص اہتمام رکھتے ہیں...... معاصر شہادتوں کو چھان پھٹک کر قبول کرتے ہیں...... علوم و فنون کی مصطلحات سے پوری طرح باخبر ہیں، انھوں نے علوم و فنون کو تفصیل و تشریح عطا فرمائی اور نظم و ضبط دیا...... وہ دلائل و براہین کو ترتیب و تدریج کے ساتھ بیان کرتے ہیں...... وہ بڑی خوبی سے مضمون پھیلاتے ہیں، پھر سمیٹتے چلے جاتے ہیں اور کمال مہارت سے دریا کو کوزے میں بند کر دیتے ہیں...... ان

کے ہاں جامعیت، صحت اور دیانت داری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہیں...... ان کی فقہی تنقیدات بھی اعلیٰ درجہ کی تحقیقات ہیں...... وہ جب فیصلہ کر لیتے ہیں تو پیچھے نہیں ہٹتے...... ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم، امام احمد رضا کی علمیت و فقاہت اور قوت فیصلہ پر اظہار خیال فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

''ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا...... میں نے ان کے فتاویٰ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت اور جودت طبع، کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں...... مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے، یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔'' ۱۵

❀

فن فتویٰ نویسی میں امام احمد رضا کا جواب نہ تھا، ان کا سلسلۂ حدیث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے منسلک ہے...... انھوں نے فقہ میں سند شیخ عبدالرحمٰن حنفی مکی سے حاصل کی جن کا سلسلہ حضرت عبداللہ بن مسعود تک پہنچتا ہے...... امام احمد رضا نے ۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء کو فتویٰ نویسی کا آغاز کیا اور ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء کو فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت مل گئی۔ پھر جب ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں ان کے والد ماجد علامہ مفتی محمد نقی علی خاں کا وصال ہوا تو امام احمد رضا مستقل طور پر مسند افتا پر فائز ہو گئے...... مجموعی طور پر ۵۴ر سال امام احمد رضا نے فتوے لکھے، ان کی سرعت تحریر کا یہ عالم تھا کہ مسودات کو چار نقل کرنے والے بیک وقت نقل کرتے جاتے، یہ فارغ بھی نہ ہوتے کہ پانچواں صفحہ تیار ہو جاتا...... اس سے اندازا لگایا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا نے اپنی زندگی میں کتنا کچھ لکھا ہوگا...... امام احمد رضا کے ہاں ساری دنیا سے استفتا اس قدر آتے کہ کسی مفتی کے پاس اتنی تعداد میں فتوے آتے نہ سنے...... ایک وقت میں پانچ پانچ سو استفتا جمع ہو جایا کرتے...... خود امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں:

''فقیر کے یہاں علاوہ...... دیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کار فتویٰ اس درجے وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر و دیگر بلاد و امصار جملہ اقطار ہندوستان، بنگال و پنجاب و ملیبار، برما و ارکان و چین و غزنی و امریکہ و افریقہ حتیٰ کہ سرکار حرمین محترمین سے استفتا آتے ہیں اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں۔'' ۱۶

امام احمد رضا کے مجموعہ فتاویٰ کی بارہ جلدیں یادگار ہیں بقول مولانا افتخار احمد قادری (رکن المجمع

الاسلامی، مبارک پور اعظم گڑھ، بھارت) فتاویٰ رضویہ کی پانچ جلدیں مبارک پور سے شائع ہو چکی ہیں، چھٹی جلد کتابت ہو رہی ہے، ساتویں اور آٹھویں دارالاشاعت مبارک پور میں محفوظ ہیں، اس کے بعد مزید چار جلدیں بریلی میں محفوظ ہیں۔ ۱۷ امام احمد رضا کے مجموعہ فتاویٰ کی فقہی اور دینی حیثیت تو مسلّم ہے، لیکن دوسری کئی حیثیات سے بھی اہم ہے...... تاریخی، سیاسی، علمی، لسانی، ادبی، عمرانیاتی، اقتصادی، معاشرتی، سوانحی وغیرہ وغیرہ...... فتاویٰ رضویہ اپنے دامن میں بہت سے علوم وفنون کو سمیٹے ہوئے ہے...... امام احمد رضا کے فتاویٰ عربی، فارسی، اردو میں ہیں اور ہر زبان میں ایسی پیاری تحریر گویا یہ ان کی مادری زبانیں ہیں...... بعض فتوے انگریزی زبان میں ترجمہ کیے گئے ہیں، کیوں کہ مستفتی جس زبان میں سوال کرتا تھا اس کو اسی زبان میں جواب بھیجا جاتا تھا...... انگریزی زبان میں ایک استفتا ۱۹۰۸ء کو محمد قادر غنی نے رنگون (برما) سے بھیجا تھا، جس کا جواب ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کو ارسال کیا گیا۔ اس کا عکس معارف رضا (کراچی ۱۹۸۲ء) میں شامل ہے...... امام احمد رضا اس کا لحاظ تو رکھتے ہی تھے کہ جس زبان میں استفتا آئے اسی زبان میں جواب لکھا جائے لیکن اس کا بھی اہتمام رکھتے تھے کہ استفتا منثور آتا تو جواب منثور دیا جاتا اور منظوم استفتا آتا تو جواب منظوم دیا جاتا...... "فتاویٰ رضویہ" میں منظوم فتوے بھی ہیں۔ امام احمد رضا کی فقہی تحقیقات اور فاضلانہ فتوے نے بہت سے علما کو مفتی بنا دیا۔ مخالف وموافق سب ان کے فتوؤں سے استفادا کرتے ہیں، بعض ان کا حوالہ دیتے ہیں اور بعض یہ تکلیف گوارا نہیں کرتے اور امام احمد رضا کی تحقیقات کو اپنے حساب میں لگا لیتے ہیں۔ بہر کیف امام احمد رضا اجر وثواب سے محروم نہیں رہتے۔

امام احمد رضا کے مجموعۂ فتاویٰ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" کو قانون کے ماہرین نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، چناں چہ ہندوستان کے مشہور قانون داں اور ممبئی ہائی کورٹ کے جج پروفیسر ڈی۔ ایف ملا نے امام احمد رضا کے فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ عالم گیریہ کو فقہ اسلامی کا شاہ کار قرار دیا ہے۔ ۱۸

اور پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد (استاذ شعبۂ علوم اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی) لکھتے ہیں:

"فقہ کے میدان میں آپ کے فتاویٰ فقہ اسلامی کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہیں جو آپ کو مجتہد کے درجے پر فائز کرنے کے لیے کافی ہیں۔" ۱۹

ہندوستان کا مشہور عالم شہرت یافتہ علمی مجلہ "معارف" (اعظم گڑھ) فتاویٰ رضویہ اور امام احمد رضا

پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''دینی علوم خصوصاً فقہ وحدیث پر ان کی نظر وسیع اور گہری تھی۔ مولانا جس وقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علما کے استفسارات کے جواب تحریر فرماتے ہیں اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت، فقہی جز رسی، استحضار، ذہانت، طباعی کا پورا پورا اندازا ہوتا ہے..... ان کے عالمانہ اور محققانہ فتاویٰ مخالف و موافق ہر طبقے کے مطالعہ کے لائق ہیں۔'' [۲۰]

شیخ ابو الفتاح ابو غدہ (پروفیسر کلیۃ الشریعہ محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض) نے فتاویٰ رضویہ کا صرف ایک عربی فتویٰ مطالعہ کیا تو وہ حیران رہ گئے، خود فرماتے ہیں:

''عبارت کی روانی اور کتاب وسنت واحوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران ہو گیا اور ششدر رہ گیا اور اس ایک فتوے کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔'' [۲۱] (عربی سے ترجمہ)

مشہور محقق وقلم کار اور امام احمد رضا کے معاصر مولانا وحید احمد مسعود بدایونی نے بڑی دل لگتی بات فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا علم نافع ان کی فقاہت پر منتہی تھا..... اسی سے انھیں مقبولیت حاصل ہوئی اور اسی سے ان کا نام زندہ ہے۔'' [۲۲]

یہ فضلا وہ ہیں، جو دل کی آواز پر لبیک کہتے ہیں..... جو نفس کے اشاروں پر نہیں چلتے..... جو روزِ روشن میں آنکھیں بند نہیں رکھتے..... وہی کہتے ہیں، جو ان کا دل کہتا ہے..... عالم اسلام کے موافق و مخالف فضلا و دانش وروں نے جن جن القاب وآداب سے نوازا اور ان کے علم وفضل پر جو اظہار خیال کیا اس کو بیان کرنے کے لیے ایک دفتر چاہیے..... ان حضرات کے تاثرات پر مشتمل پاکستان اور ہندوستان سے اب تک چھ مجموعے شائع ہو چکے ہیں اور مزید شائع ہونے والے ہیں۔

❋

امام احمد رضا کے مستفتیوں میں علما وفضلا کے علاوہ پاک وہند کی عدالت ہائے عالیہ کے جج بھی شامل ہیں اور کلیات وجامعات کے پروفیسر بھی..... جسٹس محمد دین مرحوم (چیف، کورٹ بہاول پور) جب ایک مقدمہ کا فیصلہ نہ کر سکے، مفتیوں سے آٹھ فتوے لیے پھر بھی وہ مطمئن نہ ہو سکے تو انھوں نے ہدایت کی کہ پورا مقدمہ متعلقہ فتوؤں کی نقول کے ساتھ امام احمد رضا کی خدمت میں پیش کیا جائے اور

ان سے درخواست کی جائے کہ:

''ان تمام فتاویٰ کو ملاحظہ فرمادیں اور ان سوالات حل طلب کے متعلق اپنی رائے کا مع استناد جواب تحریر فرما کر بہت جلد مرحمت فرمادیں...... مقدمہ چوں کہ عرصے سے دائر ہے اس لیے نتیجہ کے بھجوانے کی استدعا کی جاتی ہے کہ بہت جلد عدالت ھذا میں بھجوادیا جاوے۔'' ۲۳

اسی طرح اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر ریاضی اور پرنسپل مولوی حاکم علی مرحوم، امام احمد رضا سے سائنسی، علمی اور سیاسی موضوعات پر گفتگو فرماتے اور فتوے لیتے تھے...... تحریک ترک موالات (۱۹۲۱ء) کے زمانے میں انھوں نے امام احمد رضا سے جو فتویٰ لیا (اور جو ڈاکٹر اقبال کی نظر سے بھی گزرا) مشہور و معروف ہے۔ ۲۴ اس فتویٰ نے تحریک ترک موالات کے حامیوں کی اصلاح کی اور ان کو (مسلمانوں کو) تباہی سے بچایا۔

امام احمد رضا نے فن فتویٰ نویسی میں جن کی تربیت فرمائی وہ بھی اپنے عروج کو پہنچے...... ان میں قابل ذکر حضرات یہ ہیں: مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں، مولانا امجد علی اعظمی، مولانا سید شاہ غلام بہاری، مولانا محمد ظفر الدین بہاری، حکیم سید عزیز غوث اور مولانا نواب مرزا وغیرہ۔

مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ، امام احمد رضا کے چھوٹے صاحب زادے تھے، فن فتویٰ نویسی میں اپنی مثال آپ تھے۔ امام احمد رضا نے مولانا امجد علی اعظمی اور آپ کو منصب افتا و قضا پر مامور فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

''ان دونوں کو نہ صرف مفتی بلکہ شرع کی جانب سے دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضی اسلام کی ہوتی ہے۔'' ۲۵

علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں کا مجموعہ فتاویٰ ''فتاویٰ مصطفویہ'' کے نام سے ۱۹۸۴ء میں ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا (کراچی) نے شائع کر دیا ہے۔ اس سے قبل ہندوستان سے بھی یہ شائع ہو چکا ہے۔

مولانا امجد علی اعظمی، امام احمد رضا کو دنیا بھر سے آنے والے استفتا سنایا کرتے تھے اور امام احمد رضا جواب میں جو ارشاد فرماتے وہ املا کرتے تھے، طبیعت اخاذ تھی۔ طرز سے واقف ہو گئے اور فتوے لکھتے رہے، فقہ میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔ ''بہار شریعت'' ان کی مشہور تصنیف ہے۔ ان کا مجموعہ فتاویٰ ''فتاویٰ امجدیہ'' ہندوستان سے شائع ہو چکا ہے...... مولانا ظفر الدین بہاری بھی فقہ و حدیث میں بہت بلند مقام کے مالک تھے، فن حدیث میں ان کی تالیف ''صحیح البہاری'' قابل ذکر ہے۔

امام احمد رضا کے پر پوتے علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری (ابن علامہ محمد ابراہیم رضا خاں ابن علامہ محمد حامد رضا خاں ابن امام احمد رضا خاں) آج کل بریلی میں منصب افتا پر فائز ہیں۔ وہ جامعہ ازہر (قاہرہ، مصر) کے فارغ ہیں، بے تکان عربی لکھتے ہیں اور علم فقہ و حدیث میں مہارت رکھتے ہیں جس کا اندازا ان کے مطبوعہ فتوؤں سے ہوتا ہے۔

فتاویٰ کے علاوہ امام احمد رضا کی دیگر کتب و تصانیف خاص اہمیت رکھتی ہیں، جن کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہیں۔ ان کتب و تصانیف میں شروح و حواشی اہل علم کی توجہ کے مستحق ہیں۔ امام احمد رضا کے ایک جلیل القدر معاصر مولانا ہدایت رسول لکھنوی (م ۱۹۱۵ء) امام احمد رضا کے حواشی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کے حواشی خود ان کے افاضات و افادات ہوتے ہیں۔" ۲۶

خانقاہ مجددیہ مظہریہ دہلی کے سجادہ نشین علامہ ابوالحسن زید فاروقی الازہری دسمبر ۱۹۸۳ء میں پاکستان تشریف لائے۔ کراچی میں ایک ملاقات میں اثنائے گفتگو راقم سے فرمایا کہ وہ حیدرآباد دکن تشریف لے گئے، وہاں ردالمحتار پر امام احمد رضا کے عربی حاشیہ جدالممتار کے چند اوراق دیکھے تو حیران رہ گیا ۲۷...... جہاں صاحب ردالمحتار ایک دو کتابوں کا ذکر کرتے ہیں وہاں امام احمد رضا آٹھ دس کتابوں کے حوالے دے ڈالتے ہیں۔

شاہ اولاد رسول مارہروی (م ۱۳۷۲ھ) اسی حاشیے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کو میں ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں کیوں کہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے ہاں نہیں۔" ۲۸

سراج الفقہا مولانا سراج احمد (مفتی سراج العلوم، خان پور) امام احمد رضا کے معاصرین میں تھے، ان کے اساتذہ نے ان کو باور کرایا تھا کہ امام احمد رضا کو علم و تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں، ان کی کتابیں پڑھنا بے سود ہے لیکن جب سراج الفقہا منصب افتا پر فائز ہوئے اور میراث کے ایک مسئلے میں ان کو الجھن پیش آئی تو مجبوراً انھوں نے امام احمد رضا سے رجوع کیا، امام احمد رضا نے ایسا تشفی بخش جواب عنایت فرمایا کہ سراج الفقہا حیران رہ گئے اور امام احمد رضا کی علمی عظمت کا نقش ان کے دل پر مرتسم ہو گیا...... انھیں ایام میں ان کی ملاقات ایک غیر مقلد عالم مولانا نظام الدین (احمد پور) سے ہوگئی جوان

کے مخلصین میں تھے۔ سراج الفقہا نے امام احمد رضا کا رسالہ ''الفضل الموہبی'' ان کو دکھایا، تو وہ حیران رہ گئے اور عالم حیرت میں فرمایا:

''یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے؟...... افسوس کہ میں ان کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا...... علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر، مولانا کے شاگرد ہیں...... یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔'' ۲۹

٭

امام احمد رضا کا تحقیقی معیار بہت بلند تھا، اپنی تصنیف ''حجب العوار'' (مطبوعہ لاہور) میں انھوں نے مآخذ اور اس کے متن پر علمی بحث کی ہے۔ ۳۰ اسی سے اندازا ہوتا ہے کہ وہ کیسے بلند پایہ محقق تھے۔

برکلے یونیورسٹی (امریکہ) کے شعبۂ تاریخ کی فاضلہ ڈاکٹر باربرا۔ ڈی۔ مٹکاف اپنی کتاب میں لکھتی ہیں:

''احمد رضا کی نگارشات کا انداز مدلل تھا جس میں بے شمار حوالوں کے ڈھیر ہوتے تھے جس سے ان کی علمی اور عقلی فضیلت کا اندازا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے مخالفین کی کوتاہیوں کا علم بھی ہوتا ہے۔'' ۳۱ (انگریزی سے ترجمہ)

ڈاکٹر محی الدین الوائی جو پہلے جامعہ ازہر (قاہرہ، مصر) میں تھے اور اب مدینہ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں اور مسلکاً اہل حدیث ہیں لیکن حق گو ہیں۔ وہ امام احمد رضا کی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جن علمائے ہند نے مروجہ علوم عربیہ و دینیہ کی خدمت میں اعلیٰ قسم کا حصہ لیا ہے ان میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کا نام سرفہرست نظر آتا ہے...... علوم عربیہ اسلامیہ کو آراستہ کرنے میں آپ کا بہترین ریکارڈ ہے۔'' ۳۲

امام احمد رضا کی فقہی اور دینی خدمات پر کام ہو رہا ہے۔ چناں چہ پروفیسر ڈاکٹر محمد حنیف اختر فاطمی (صدر شعبۂ سائبرنکس، لندن یونیورسٹی، انگلینڈ) نے امام احمد رضا کی تین فقہی اور دینی تصانیف کو سامنے رکھ کر انگریزی میں تین مقالات تحریر فرمائے ہیں:

(۱) اسلام کا تصور علم

(۲) اسلام کا تصور جہل

(۳) اسلام کا تصور دولت

پہلا مقالہ لاہور سے چھپ کر مجلس رضا، مانچسٹر (انگلینڈ) کی جانب سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔ پروفیسر محمد حنیف اختر صاحب نے کئی سال ہوئے امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کو انگریزی میں منتقل کیا تھا، جو لاہور سے چھپ چکا ہے۔

''کنزالایمان'' کو پروفیسر شاہ فرید الحق (کراچی) اور سید آل رسول حسنین میاں نظمی (مارہرہ شریف) انگریزی میں منتقل کر رہے ہیں۔ اول الذکر کا ترجمہ مکتبۂ رضویہ نے کراچی سے شائع کر دیا ہے۔

پروفیسر غیاث الدین قریشی (نیو کاسل یونیورسٹی، انگلینڈ) نے امام احمد رضا کی قابل مطالعہ تصنیف ''تمہید ایمان'' کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو عن قریب مجلس رضا مانچسٹر کی طرف سے شائع ہو جائے گا ۳۳...... پروفیسر ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس بلیان (شعبۂ اسلامیات، لیڈن یونیورسٹی، ہالینڈ) بھی مجموعہ ہائے فتاویٰ کے تقابلی مطالعہ کے سلسلے میں امام احمد رضا کا فتاویٰ رضویہ مطالعہ کر رہے ہیں اور نہایت ہی متاثر ہیں۔

امام احمد رضا کی فکر کا ہر گوشہ تحقیق و تدقیق کا متقضی ہے اور ایک الگ مقالے کا محتاج ہے...... راقم کو امام احمد رضا پر تحقیق کرتے ۱۴ سال گزر چکے ہیں مگر ایسا محسوس ہوتا ہے ابھی ساحل سمندر تک بھی رسائی نہ ہو سکی، شناوری اور غوّاصی تو بہت دور کی بات ہے...... امام احمد رضا کی شخصیت بہ زبان حال یہ کہتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

ہندوستان کے مشہور محقق و فاضل علامہ شبیر احمد غوری (جن کے علمی مقالات سالہا سال سے علمی مجلات کی زینت بن رہے ہیں) فلسفۂ جدیدہ و قدیمہ پر امام احمد رضا کی تصنیف ''الکلمة الملهمه'' پر اپنے مقالے ''عہد حاضر کا تہافۃ الفلاسفہ'' میں تبصرہ کرتے ہوئے امام احمد رضا کو امام غزالی کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں اور یہ دل لگتی بات فرماتے ہیں:

''مجدد مائۃ حاضرہ جیسے نادرۂ روزگار کی عبقریت کی کماحقہٗ تصویر کشی کے لیے جن جامع منقول و معقول فضلا کی کاوش و تحقیق درکار ہے، وہ نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔'' ۳۴

بلاشبہ امام احمد رضا کا ایوان علم و دانش ایک ایسا حیرت کدہ ہے جہاں زمانے کے بڑے بڑے

دانش ورگم ہوتے نظر آتے ہیں۔

آخر میں ہم اس مقالے کو لیڈن یونیورسٹی، ہالینڈ کے شعبۂ علوم اسلامیہ کے فاضل و محقق پروفیسر ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس بلیان کے تاثرات پر ختم کرتے ہیں جس کا اظہار انھوں نے بعض خطوط میں کیا ہے۔

۱...... احمد رضا خاں کی تصانیف کو میں جتنا پڑھتا جاتا ہوں اتنا ہی نہیں ان کی وسعت مطالعہ سے متاثر ہوتا جاتا ہوں۔ وہ اپنے موضوعات سے واقف ہیں اور ایک اچھے ماہر تعلیم کی طرح اپنے عوام کو بھی جانتے ہیں بالخصوص وہ ان کی ضروریات اور احتیاجات سے بھی اچھی طرح باخبر ہیں اور اس واضح شرط کے ساتھ ان کو بہت سے رسم ورواج کی اجازت دیتے ہیں کہ ان کی نیت صالح ہونی چاہیے۔

(ترجمہ مکتوب محررہ ۹ر جنوری ۱۹۸۷ء، از لیڈن، ہالینڈ)

۲...... جہاں تک احمد رضا خاں کا تعلق ہے میں فقہ اسلامی میں ان کی وسعت علم سے بہت متاثر ہوا ہوں...... ان کے افکار و خیالات بالعموم بہت ہی متوازن ہوتے ہیں حتیٰ کہ ایک غیر بریلوی کے لیے بھی قابل فہم ہوتے ہیں۔

(ترجمہ مکتوب محررہ ۱۱ر جون ۱۹۸۷ء، از لیڈن، ہالینڈ)

حواشی و حوالے

(۱) احمد رضا خاں، امام، حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص ۸۳

(۲) احمد رضا خاں، امام، الدولۃ المکیہ، مطبوعہ کراچی، ص ۹۴۔۹۶

(۳) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، امام احمد رضا اور عالم اسلام، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۱۳۷

(۴) ایضاً، ص ۱۳۹

(۵) محمد مرید احمد چشتی، جہان رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۱۸۸

(۶) پیسہ اخبار (لاہور) شمارہ ۲ر نومبر ۱۹۲۱ء، اداریہ

(۷) پیغام بزائے مجلس رضا مانچسٹر انگلینڈ، محررہ ۹ر اکتوبر ۱۹۸۱ء

(۸) الہاشم (ٹھٹھہ سندھ) شمارہ ۱۹۸۳ء، ص ۱۵

(۹) عبدالنبی کوکب، قاضی، مقالات یوم رضا، ج ۲، ص ۶۰، مکتوب محررہ ۲۸ر مئی ۱۹۶۸ء

(۱۰) میاں عبدالرشید، پاک و ہند میں اسلام (Islam in Ind-o-Pak) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

(۱۱) شیخ محمد یٰسین احمد الخیاری مدنی، علامہ، بہ حوالہ رسائل رضویہ، مطبوعہ لاہور، ج ۲، ص ۱۴۸

(۱۲) محمد مقبول احمد قادری، پیغامات یوم رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۳۵

(۱۳) ابوالحسن علی ندوی، مولوی، نزہۃ الخواطر، مطبوعہ حیدر آباد دکن، ج ۸، ص ۴۱

(۱۴) عبدالنبی کوکب، قاضی، مقالات یوم رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء، ج ۲، ص ۲۹

(۱۵) عابد احمد علی، ڈاکٹر، تحریر محررہ یکم اگست ۱۹۶۸ء (شریک مجلس اقبال)

(۱۶) احمد رضا خاں، امام، العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، ج ۴، ص ۱۴۹

(۱۷) مکتوب محررہ ۲۵ راپریل ۱۹۷۹ء، از مبارک پور بہ نام راقم

(۱۸) مکتوب علامہ نور احمد قادری، از سفارت خانہ انڈونیشیا، اسلام آباد، مؤرخہ ۷ رجنوری ۱۹۸۱ء

(۱۹) سید ریاست علی قادری، معارف رضا، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۴۳

(۲۰) معارف (اعظم گڑھ، یو۔ پی، بھارت) شمارہ ستمبر ۱۹۴۹ء، ص ۴۳۔۴۴

(۲۱) یٰسٓ اختر مصباحی، مولانا، امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، مطبوعہ الہٰ آباد ۱۹۷۷ء، ص ۱۹۴

(۲۲) محمد مرید احمد چشتی، جہان رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۱۶۲

(۲۳) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ بریلی ۱۴۰۲ھ، ج ۱۱، ص ۱۹۶

(۲۴) محمد صدیق، پروفیسر، پروفیسر مولوی حاکم علی، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۴۔۱۳۳

(۲۵) محمد امجد علی اعظمی، علامہ، فتاویٰ امجدیہ، مطبوعہ الہٰ آباد ۱۹۷۹ء

(۲۶) ظفر الدین بہاری، علامہ، حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج ۱، ص ۱۳۸

(۲۷) جد الممتار (جلد اول) ۱۹۸۲ء میں حیدر آباد دکن سے چھپ کر المجمع الاسلامی مبارک پور سے شائع ہوگئی ہے اس میں مولانا افتخار احمد قادری (رکن المجمع الاسلامی) نے امام احمد رضا پر ایک وقیع مقالہ قلمبند کیا ہے۔ (ص ۴۴، ۴۹)

(۲۸) بہ روایت علامہ حسن میاں مارہروی سجادہ نشین مارہرہ شریف

(۲۹) المیزان (بمبئی) شمارہ مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۱۸۵۔۱۸۶

(۳۰) راقم نے اپنے مقالہ "حیات امام اہل سنت" (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۳۸۔۴۱) میں اس بحث کا خلاصہ پیش کیا ہے "حیات امام اہل سنت" کا ایک ایڈیشن کراچی سے شائع ہوا ہے اور ایک ایڈیشن مبارک پور سے۔

(۳۱) باربرا مٹکاف، ہندوستان میں مسلم علما کی مذہبی قیادت (The Reformist Ulama Muslim Religious Leadership in India 1860-1900) برکلے ۱۹۷۴ء

(۳۲) صوت الشرق (قاہرہ) شمارہ فروری ۱۹۷۰ء، ص ۱۶

(۳۳) تمہید ایمان کا انگریزی ترجمہ کراچی سے ستمبر ۱۹۸۸ء میں شائع ہوگیا ہے۔

(۳۴) معارف رضا، مطبوعہ کراچی

حسب فرمائش: محمد افضل برکاتی ❁ محمد اقدس مالیگ

AQSA OFFSET PRINTERS, Ph.230945

’’حضرت مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی خطیب و امام مسجد فتح پوری دہلی (متوفی ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء) کا یہ چشم و چراغ اور گل سر سبد دہلی کی خاک سے ابھرا، دینی و علمی ماحول میں پروان چڑھا اور اپنی دانشورانہ و پرکشش قلمی خدمات کی بدولت برصغیر پاک و ہند کے وسیع آفاق پہ ابر کرم کی طرح چھا گیا۔ اپنے بیگانے سب اس کے انداز فکر، طرز ادا اور اسلوب نگارش کے دل دادہ ہو گئے۔ مدارس سے کالج و یونیورسٹی تک اس نے بے شمار تعلیم یافتہ افراد کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اور لاکھوں خواص و عوام اس کے ساتھ اپنی عقیدت و نیازمندی کا اظہار کرنے لگے۔

پروفیسر محمد مسعود احمد کے سیال و گوہر بار قلم کے نقوش فکر ہزاروں صفحات پہ درخشندہ و تابندہ ہیں۔ مختلف موضوعات پر انھوں نے بہت کچھ لکھا اور لکھنے کا حق ادا کر دیا۔ تحقیقی اور ادبی رنگ ان کی تحریر پر غالب ہے۔ ان کا اسلوب تحریر نہایت ممتاز اور منفرد ہے، اور مذہبی میدان کے وہ ایک ایسے حقیقی صاحب طرز ادیب ہیں جن کا قاری ایک ایسے عالم رنگ و بو میں پہنچ جاتا ہے جہاں ہر طرف نکہت و نور کی بارش اور عطر و عنبر سے معمور فضا میں اس کا سارا وجود سرشار اور مشک بار ہو جاتا ہے۔

ان کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ بیک وقت انھوں نے اپنے اپنے عہد کے دو مجددین اسلام کی حیات و خدمات اور ان کی تعلیمات و ہدایات کو دنیا کے سامنے عصری اسلوب میں پیش کیا اور ان کا نقش و نگار واضح و روشن کرنے اور صحیح خط و خال نمایاں کرنے میں انھوں نے اپنی قلمی توانائیاں صرف کر دیں، انھوں نے جو لکھا اسے ماننے پر ایک بہت بڑے طبقے کو مائل اور مجبور کر دیا۔

نقشبندی اور مجددی ہونے کے ناطے ان کا پہلا فرض تھا کہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی (وصال صفر ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے افکار و تعلیمات کو عام کریں، چناں چہ انھوں نے اپنا یہ فریضہ بہ حسن و خوبی انجام دیا۔ اور عمر کے آخری حصے میں ’’جہان امام ربانی‘‘ کے نام سے ضخیم مجلدات پر مشتمل جو بے نظیر اور گراں قدر کارنامہ انجام دیا وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل اور لائق صد تحسین و آفرین ہے۔

چودھویں صدی کے مجدد امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال صفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) سے کوئی سلسلۂ تلمذ و بیعت نہ ہونے کے باوجود پروفیسر محمد مسعود احمد نے لگ بھگ ۳۵ رسال تک ’’رضویات‘‘ پر جتنا معیاری اور وقیع کام کیا یہ انھیں کا حصہ ہے۔ انھوں نے امام احمد رضا پر کتب و مقالات خود لکھنے کے ساتھ بہت سے اصحاب علم و قلم کو اس جانب متوجہ کیا۔ ان کی رہنمائی بھی کی اور آخری مرحلے تک ان کا تعاون بھی کیا۔ ہند و پاک سے امریکہ تک کی یونیورسٹیوں کے جتنے ریسرچ اسکالروں نے اس موضوع پر اپنا مقالۂ ڈاکٹریٹ مکمل کیا ہے وہ سب کے سب آپ کے ممنون کرم ہیں اور آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔‘‘

علامہ یٰسٓ اختر مصباحی

بانی و مہتمم دار القلم دہلی